18شوال وفات ابن ادریس حلی

<"xml encoding="UTF-8?>

18 شوال ہجری قمری کیلنڈر کے مطابق سال کا دو سو چوراسی واں دن ہے۔

598ھ۔ وفات ابن ادریس حلی؛ شیعہ مؤثر فقیہ اور کتاب السرائر کے مؤلف
1200ھ۔ ولادت سید علی نقوی بن سید دلدار علی غفران مآب؛ ہندوستان کے مفسر و شیعہ فقیہ (14 اگست 1786ء)
1254ھ۔ ولادت مرزا حسین نوری؛ شیعہ محدث، مصنف اور مستدرک الوسائل کے مؤلف (4 جنوری 1839ء)
1313ھ۔ وفات محمد حسن اعتماد السلطنہ؛ ناصر الدین شاہ کے درباری اور کتاب خیرات حسان کے مؤلف (2 اپریل 1896ھ)
1399ھ۔ وفات سید محمود طالقانی؛ مفسر قرآن اور نہج البلاغہ انقلاب اسلامی ایران کے فعال عالم دین (10 ستمبر 1979ء]])
1437ھ]]۔ افغانستان کے ہزارہ شیعوں کا قتل عام؛ کابل میں جنبش روشنائی کے تظاہرات کے دوران (23 جولائی 2016ء)

ابن ادریس حلی
محمد بن منصور بن احمد بن ادریس حلی عجلی، ابن ادریس کے نام سے مشہور، چھٹی صدی ہجری کے مؤثر امامیہ فقہا میں سے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ والدہ کی طرف سے ان کا نسب تین واسطوں سے شیخ طوسی تک پہنچتا ہے۔

وہ فقہ، اصول، تفسیر اور لغت میں تبحر رکھتے تھے۔ ابن ادریس استنباط احکام میں کثیر عقلی دلائل، نادر فتاوا دینے اور شیخ طوسی کی ہیبت علمی کو توڑنے میں مشہور ہیں۔ انہوں نے فقہ کو ایک نئے مرحلے میں داخل کیا اور شیخ طوسی کے نظریات کو رد کرنے میں دوسرے علما کی نسبت پہل کی۔ کہا گیا ہے کہ وہ بہت شدید لہجے میں دوسروں پر تنقید کرتے، اسی وجہ سے بعض علما ان پر معترض ہوئے ہیں۔ ابوالمکارم بن زہرہ اور ابن شہر آشوب ان کے مشہور اساتذہ میں سے ہیں اور ابن نما اور ان کے والد محقق حلی جیسے برجستہ علما ان کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ابن ادریس کی کتاب سرائر کو ان کے مؤثر ترین اثر میں گنا جاتا ہے۔

ولادت و نسب

ان کا نام محمد، مشہور کنیت ابو عبداللّہ اور لقب فخر الدین و شمس الدین ہے۔[1] ابن ادریس کو عِجلی و رَبَعی (بنی عجل سے منسوب ہے جو بکر بن وائل قبیلے سے ربیعہ کی ایک شاخ ہے)[2] بھی پڑھا گیا ہے۔[3]

ابن ادریس نے اپنے بلوغ کا زمانہ ۵۵۸ ھ ق ذکر کیا ہے۔[4] اس بنا پر اندازہ لگایا کہ ان کا سن ولادت ۵۴۳ ھ ہونا چاہئے۔[5]

ابن ادریس نے شیخ طوسی کے نسخہ کتاب مصباح المتہجد میں اپنا نسب مکمل طور پر ذکر کیا ہے اور اپنے باپ کا نام منصور بن احمد بن ادریس لکھا ہے۔ اس لحاظ سےان کی شہرت انکے جد سے لی گئی ہے۔[6]

ان کی والدہ کے نسب میں اختلاف موجود ہے۔ بعض مصادر ابن ادریس کو شیخ طوسی کی نواسی سے کہتے ہیں اور کہا گیا کہ ابن ادریس اپنے ماموں ابو علی طوسی کے واسطے سے شیخ طوسی سے روایت نقل کرتے ہیں۔[7] لیکن محققین ابن ادریس کے سن ولادت اور شیخ طوسی کے سن وفات (۴٦۰ ھ) کے درمیان زیادہ فاصلے اور دیگر دلائل کی وجہ سے اسے درست تسلیم نہیں کرتے ہیں۔[8] بعض مصادر ابن ادریس کو شیخ مسعود ورّام کی نواسی سے سمجھتے ہیں۔[9] لیکن اگر اس سے مراد ورّام بن ابو فراس (متوفا ٦۰۵) ہو تو اس کی تردید کرنا چاہے مگر یہ کہا جائے کہ وہ کوئی اور شخصیت ہے۔

اساتذہ

اہم اساتذہ اور شیوخ:

عبداللّہ بن جعفر دوریستی

علی بن ابراہیم علوی عُرَیضی

عربی بن مسافر عبادی

عمید الرؤسا ہبۃ اللّہ بن حامد اور ان کے بیٹے حسین بن ہبہ اللّہ سوراوی

ابو المکارم ابن زہرہ حلبی صاحب غنیۃ النزوع

ابن شہر آشوب[10]

عماد الدین طبری اور الیاس بن ابراہیم حائری ابن ادریس کے واسطے سے صحیفہ سجادیہ کے روات میں سے ہیں جو ابو علی طوسی کے ذریعے روایت نقل کرتے ہیں۔[11]

شاگرد

ابن ادریس کے شاگرد اور حدیث کے روات:

فخار بن مَعْد موسوی

نجیب الدین محمد بن جعفربن نما اور ان کے دادا جعفر بن نما [12]

ابو الحسن علی بن یحیی خیاط [13]

سید محیی الدین حسینی حلبی، ابن زہرہ حلبی کے بھتیجے

جعفر بن احمد قمرویہ حائری

بہاء الدین ورّام

حسن بن یحیی حلّی محقق حلی کے والد[14]
فقہ میں تاثیر
ابن ادریس سے پہلے تمام فقہا شیخ طوسی کی اتباع کر رہے تھے اور کسی میں ان کی مخالفت کرنے کی جرات نہیں تھی اور سب شیخ طوسی کے استنباط کے طریقے پر کاربند تھے لیکن ابن ادریس نے اس ہیبت کو ختم کیا اور فقہ کو ایک نئے مرحلے میں وارد کیا۔ محققین کی نظر میں اکثر فقہا شیخ طوسی کے بعد شیخ پر اعتماد اور حسن اعتقاد کی بدولت شیخ کے فقہی اور غیر فقہی نظریات میں ان کی پیروکار تھے۔ اس وجہ سے شیعی فقہ میں اجتہاد اور استنباط کا گراف نیچے آ گیا۔

فکری استقلال کی ضرورت کے پابند ابن ادریس جیسے گنے چنے چند فقہا نے شیخ طوسی سمیت گذشتہ فقہا کے آرا و نظریات پر اعتراض کرنے کا باب کھولا۔ اس روش نے مستقبل کے فقہا پر اپنا اثر چھوڑا اور اس روش کی بدولت شیعہ اجتہاد میں دوبارہ جان پیدا کی۔[15]

ابن ادریس کی فقہی نظریات جدید فقہا کیلئے قابل توجہ رہیں۔[16] اور کبھی کبھار ان کی آرا کو فقہائے حلہ کے ہمراہ (حِلّیون) کہہ کر ذکر کیا جاتا ہے۔[17]

اقوال علما
اہل سنت اور شیعہ کے فقہا اور سوانح نگاروں نے ابن ادریس کی بزرگی، علمی مقام اور فہم و فراست کی تعریف کی اور اسے فقہ میں بے نظیر، اپنے زمانے کا یگانۂ روزگار، محقق اور رئیس مذہب جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔[18] ان کی بعض اہل سنت فقہا کے ساتھ خط و خطابت بھی رہی۔[19]

ماہرین علم رجال السرائر میں موجود ایک عبارت سے استناد کی بنا پر قائل ہیں کہ انہوں نے شیخ طوسی کی بے احترامی کی ہے بلکہ وہ ابن ادریس کی کم عمری کا سبب اسی امر کو قرار دیتے ہیں۔[20]

لیکن کسی بھی طرح کی اہانت سرائر میں موجود نہیں ہے اس نظر کو جھٹلایا گیا ہے۔[21] بلکہ ابن ادریس کئی مرتبہ شیخ طوسی کو بہت احترام سے یاد کیا ہے اور شیخ کے نام کے بعد «رضی‌اللّہ عنہ» اور «رَحِمَہ‌اللّہ» جیسی عبارتوں کو ذکر کیا ہے نیز انہوں نے شیخ طوسی کی تفسیر التبیان کو عظمت سے یاد کیا ہے۔[22] شیخ کے آرا کو رد کرتے وقت کسی جگہ بے احترامی ہی نہیں کی بلکہ بعض اوقات شیخ کی نظر کی توجیہ اور اس کے ظاہری تعارض کو ایک طرح سے جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔[23] [24]

محقق حلّی[25] نے بعض اوقات ابن ادریس کے نظریات کو رد کرتے ہوئے ایک تعبیر استعمال کی ہے۔
خوانساری[26] کے مطابق علامہ حلّی نے ان کا تذکرہ طعن آمیز لفظ (الشّاب المترف) کے ساتھ کیا ہے لیکن اس کا مستند معلوم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ علامہ نے کئی مقامات پر ابن ادریس کے نظریات کو قبول کیا ہے۔[27] اور کئی مرتبہ ان کا نام نہایت احترام سے لیا ہے۔

ابن داؤد حلی[28] کے بقول ابن ادریس کلی طور پر احادیث اہل بیت (ع) سے اعراض کیا لہذا اسی وجہ سے ابن ادریس کا نام ضعفا کے حصے میں ذکر کیا ہے۔ بحرانی[29] نے اس نظریے کو قبول نہیں کیا اور وہ ابن ادیس کے نا قابل انکار بلند مقام و منزلت کا معتقد ہے نیز قائل ہے کہ بعض مسائل میں اشتباہ قدح و طعن کا موجب

نہیں بنتا ہے۔ بحرانی نے ابن ادریس کے بارے میں ابن داؤد حلی کی شیخ فقہا اور علوم میں نہایت ماہر جیسی صفات کے استعمال کو دیکھتے ہوئے کہا ہے کہ بہتر تھا وہ اس کا نام ممدوحین میں ذکر کرتا۔

ابن ادریس و حجیت خبر واحد

علما ابن ادریس کی نسبت تمام روایات کے چھوڑنے کے نظریہ کو قبول نہیں کرتے ہیں کیونکہ وہ خبر متواتر قرائن قطعی پر مشتمل خبر واحد کو حجت سمجھتے تھے اور صرف خبر واحد پر عمل کے مخالف تھے۔[30] ابن ادریس سے پہلے کے علما جیسے سید مرتضی علم الہدی [31] اور چھٹی صدی کے بعض علما جیسے ابن شہر آشوب[32]، طَبْرِسی[33] اور ابن زہرہ[34] بھی اس نظریے کے قائل تھے اور اس نظریے کو قبول کرنا کسی بھی لحاظ سے قابل طعن نہیں ہے اور نہ ہی ان کے ضعف کا سبب بن سکتا ہے۔[35]

ہر چند ابن ادریس نے اکثر مقامات پر خبر واحد سے استناد نہیں کیا[36] اور اسے یقین آور نہیں سمجھا ہے۔[37] لیکن اس کے باوجود ان کے آثار استناد کے ہمراہ احادیث سے مملو ہیں۔[38] کیونکہ ابن ادریس کے نزدیک اخبار متواتر کے علاوہ اگر خبر واحد دیگر ادلہ مثلا کتاب،سنت اور اجماع کی تائید کے ہمراہ ہوں تو اس سے استناد کو جائز سمجھتے ہیں۔[39]

ابن ادریس کی طرف سے ظواہر قرآن و سنت، اتفاق فقہا اور اصول عملیہ پر توجہ کرنا انکار حجیت خبر واحد کے نتائج میں سے ہے۔[40]

منتجب الدین رازی[41] کے مطابق ابن ادریس کے معاصرین میں سے شیخ سدید الدین محمود حِمِّصی معتقد تھا کہ ابن ادریس خلط سے دوچار رہتا تھا لہذا اس کی تصانیف قابل اعتبار نہیں ہیں۔

اس رائے کو کسی حد تک بعض محققین درست سمجھتے ہیں کیونکہ مثلا ابن ادریس مُستَطْرَفات سرائر میں اَبان بن تَغْلِب سے ایسے شخص سے روایت نقل کرتے ہیں جو ابان سے دو واسطے متاخر تھے،[42] یا سیاری (احمد بن محمد بن سیار) کو اصحاب امام کاظم اور امام رضا (ع) میں ذکر کیا ہے[43]، حالانکہ وہ اصحاب امام علی نقی (ع) اور امام حسن عسکری (ع) میں سے تھے۔ لیکن اس کے باوجود کہتے ہیں کہ ان کے آثار قابل اعتبار ہیں کیونکہ جن موارد میں خلاف ثابت ہو جائے ان کے علاوہ بزرگ علما کی تالیفات پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔[44]

وفات

بعض مؤلفین کے نزدیک ابن ادریس تقریباً 597 ھ میں[45] جبکہ ان کے بیٹے صالح[46] کے مطابق تقریباً 598 ھ میں فوت ہوئے۔ اس بنا پر وفات کے وقت ان کی عمر ۲۵ یا ۳۵ سال نہیں تھی جیسا کہ بعض مصادر میں آیا ہے۔[47] بعض محققین کے بقول تصحیف کی وجہ سے لفظ تسعین سبعین میں تبدیل ہوا ہے۔[48] یہ مطلب خود سال تألیف سرائر کے متعلق ابن ادریس کے بقول [49] اور نیز اسکے شاگرد فخار کی تصریح کے مطابق نہیں ہے کہ جس نے ۵۹۳ میں اس سے حدیث نقل کی ہے، کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔ ابن ادریس حلّہ میں فوت ہوئے۔ ان کی قبر حلہ کے «جامعین» نامی محلہ میں موجود ہے اور ۱۳۴۰ شمسی میں اسکی مرمت کی گئی۔[50]

آثار

سرائر

ابن ادریس کی کتاب السرائر الحاوی لتحریر الفتاوی، معروف بنام السرائر[51] اہم ترین اور مؤثر ترین کتاب ہے جو تمام ابواب فقہ (عبادات، عقود، ایقاعات و احکام) پر مشتمل ہے کہ جسے ۵۸۷ اور ۵۸۸ میں تالیف کیا۔
ابواب اور فصول کے لحاظ سے یہ کتاب ابن ادریس کے دور حیات تک ایک جامع ترین کتاب کی حیثیت سے لکھی گئی۔[52]

اس کتاب کے آخر میں ایک فصل مُستَطرَفات السرائر کے نام سے ہے جس میں اضافی مطالب بیان ہوئے ہیں اور اس میں متقدمین کی کتب سے جالب احادیث منتخب کرکے ذکر کی گئیں ہیں۔ ان میں نادر اور ایسی احادیث بھی ہی جو صرف اس کتاب میں ذکر ہوئی ہیں۔[53] نیز مستطرفات کے مصادر کیلئے رجوع کریں:[54]
مستطرفات السرائر جو ۱۴۰۸ قم ایران سے علیحدہ کتابی صورت طبع ہوئی ہے۔

ابن ادریس حلّی[55] نے اس سرائر کے لکھنے کا ہدف مستند دلائل، صحیح براہین، دوسروں کی تقلید سے دوری اور اخبار احاد سے گریز ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے اپنی آرا کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے معاصرین کی آرا بھی ذکر کیں اور بعض اوقات انہیں رد بھی کیا[56]

ہر چند ابن ادریس نے سرائر میں اکثر فقہا کے اقوال نقل کئے اور کبھی انہیں رد بھی کیا لیکن عمدہ حصہ شیخ طوسی کی فقہی آرا پر بحث و تنقید اور کبھی اصولی آرا کے ذکر پر مشتمل ہے جس میں مستندات کے ساتھ انہیں ذکر کیا اور کہیں کہیں انہیں قبول کیا[57] اور دیگر آرا کو قبول نہیں کیا[58] لہذا اس بنا پر اس اثر کو آرائے شیخ طوسی کے نقد کی کتاب شمار کیا جائے۔[59]
دیگر آثار درج ذیل ہیں:
خلاصۃ الاستدلال فی المُواسَعَۃ و المُضایقَۃ[60]
المختصر فی المضایقۃ کہ ابن ادریس کے شاگرد جعفر بن احمد قمرویہ حائری، نے اس کے نسخے کی ۵۸۸ ھ میں کی۔[61]اگرچہ بعض فقہی مصادر میں ابن ادریس کی آرا اس کے حوالے سے منقول ہیں[62] لیکن اس کتاب کا نسخہ دسترس میں نہیں ہے۔
رسالۃ فی معنی الناصب کہ محقق کرکی نے اسے ابن ادریس سے منسوب کیا ہے۔[63]
المسائل کہ جس میں بعض فقہی مسائل کا جواب دیا گیا اور جعفر بن احمد قمرویہ حائری نے اسے ۵۸۸ ھ میں ابن ادریس کے املا کروانے پر لکھا۔[64] مناسک الحج[65]

حوالہ جات

1. ابن فُوَطی، ج۴، قسم۳، ص۳۰۸؛ قمی، ۱۳۲۷ش، ج۱، ص۳۸۵؛ امین، ج۹، ص.۱۲۰
2. سمعانی، ج۴، ص.۱۶۰
3. مامقانی، جزء۲، بخش۲، ص۷۷؛ امین، ج۳، ص.۱۳۸
4. مجلسی، بحار الانوار، ج۱۰۴، ص.۱۹
5. محمد بن اسماعیل مازندرانی حائری، منتهی المقال فی احوال الرجال، ج۵، ص.۳۴۸
6. افندی اصفہانی، ۱۴۰۱، ج۵، ص.۳۵
7. حرّ عاملی، قسم ۲، ص ۲۴۳؛ بحرانی، ص ۲۳۷، ۲۷۸؛ خوانساری، ج ۶، ص .۲۷۴

8. نوری، ج ۳، ص ۴۳-۴۵؛ قمی، ۱۳۲۷ش، ج ۱، ص ۳۸۶.
9. علی بن عبداللّه علیاری تبریزی، بهجة الآمال فی شرح زبدةالمقال، ج٦، ص.٢٧١
10. حرّ عاملی، قسم ۲، ص۸۰، ١٠٦؛ ذہبی، ۱۴۰۱، ۱۴۰۹-۱۴۱۰، ج۲۰، ص ۱۷۵، ج ۲۱، ص ۳۳۲؛ مجلسی، ج ١٠٦، ص ٦٩
11. افندی اصفهانی، ۱۴۰۱، ج ۵، ص ۳۲؛ افندی اصفهانی، ۱۴۱۰، ص ۲۴۵
12. بحرانی، ص۲۷۹؛ خوانساری، ج ۶، ص.۲۷۷
13. حرّعاملی، قسم۲، ص۲۱۰؛ حسینی اشکوری، ج۱، ص۳۹۱
14. حسینی‌اشکوری، ج۲، ص۸۵۷؛ قمی، ۱۳٦۳ش، ص ۲۷۲؛ افندی اصفهانی، ۱۴۰۱، ج ۱، ص ۳۵۱.
15. ابن طاووس، ص۱۸۵؛ شهید ثانی، ص۹۳؛ شوشتری، ج۹، ص۹۴؛ محمد باقر صدر، ص.۴۳
16. حسینی عاملی، ج۱، ص۵۱۴، ج۹، ص۹، ج۱۰، ص۵۷، ۱۷۷، ۳۳۶؛ نجفی، ج۱۳، ص۷۷-۷۸.
17. شهید اول، ج۱، ص۴۲۰، ۳۱۵، ج۲، ص۱۴۴، ٢٠٦، ج۳، ص۲۳۲، ۲۳۷؛ حسینی عاملی، ج٦، ص۱۵۳؛ نجفی، ج۲۵، ص.۳۲۱
18. ذہبی، ۱۴۱۷، حوادث و وفیات ۵۹۱-٦٠٠ه، ص ۳۱۴؛ ابن حجر عسقلانی، ج۵، ص٦۹۳؛ بحرانی، ص٢٧٦؛ قمی، ۱۳۵۲-۱۳۵۵، ج۱، ص.۴۴۴
19. ابن‌ادریس حلّی، ۱۴۱۰-۱۴۱۱، ج۲، ص.۶۷۸
20. مامقانی، جزء۲، بخش۲، ص۷۷؛ مازندرانی حائری، ج۵، ص.۳۴۷
21. خویی، ج۱۵، ص.۶۴۶۵
22. بحر العلوم، ج۳، ص.۲۲۹
23. مهدوی راد، ص.۲۴
24. ر ک: ابن ادریس حلّی، ۱۴۱۰-۱۴۱۱، ج۱، ص۱۱۴، ج۲، ص۵۴، ۳۶۳، ج۳، ص.۴۳۰
25. محقق حلی، ج۱، ص۳۵۱، ۳۴۲، ج۲، ص.۷۰۲
26. خوانساری ج۶، ص.۲۷۷
27. برای نمونه رجوع کنید به محقق حلی، ۱۴۱۲-۱۴۲۰، ج۸، ص۱۵۳، ١٦٨-١٦٩، ۱۷۰، ج۹، ص٧٦، ۲۹۹-۳۰۰.
28. ابن داوود ص.۲۶۹
29. بحرانی، ص.۲۷۹
30. ابن‌ادریس حلّی، ۱۴۱۰-۱۴۱۱، ج۱، ص.۴۷
31. ج۱، ص.۵۰۵۱
32. (ذیل إسراء: ۳۶).
33. (ذیل حجرات: ۶)
34. ص.۳۲۹
35. مازندرانی حائری، ج۵، ص۳۴۶؛ تفرشی، ج۴، ص۱۳۲؛ بناری، ص.۲۶۳
36. ر ک: ۱۴۱۰-۱۴۱۱، ج۱، ص۱۲۷، ۴۹۵.
37. همان، ج۱، ص۱۲۷، ۳۳۰.
38. خویی، ج۱۵، ص.۶۴
39. برای نمونه رجوع کنید به ۱۴۱۰-۱۴۱۱، ج۱، ص۳۴۲، ج۲، ص۳۷۵، ج۳، ص۷۸، ۳۷۵.

40. بناری، ص۲۷۳-.۲۷۵
41. منتجب الدین، ص.۱۱۳
42. ابن ادریس، ج۳، ص.۵۶۳
43. ابن ادریس، ج۳، ص.۵۶۸
44. خویی، ج۱۵، ص۶۳؛ شوشتری، ج۴، ص۳۸۱، ج۹، ص.۹۳
45. منتجب الدین رازی، ص۳۹۸؛ ابن حجر عسقلانی، ج۵، ص.۶۹۳
46. آقا بزرگ طهرانی، ۱۴۰۳، ج۱۲، ص.۱۵۵
47. مازندرانی حائری، ج۵، ص۳۴۸؛ مجلسی، ج۱۰۴، ص.۱۹
48. نوری، ج۳، ص۴۲؛ مجلسی، ج صفر، مقدمه عبد الرحیم ربانی شیرازی، ص.۱۹۸
49. (۱۴۱۰-۱۴۱۱، ج۱، ص۵۷۷، ج۳، ص.۲۵۸
50. بحرانی، ص ۲۷۷-.۲۷۸
51. صفدی، ج۲، ص.۱۸۳
52. بناری، ص۱۳۵، .۳۱۸
53. مجلسی، ج۱، ص.۱۶
54. بناری، ص۹۴-.۹۵
55. ج۱، ص .۵۱
56. محمد باقر صدر، ص۴۲؛ برای مناظره ابن ادریس با حمصی و ابن زہره رجوع کریں: ابن ادریس حلّی، ۱۴۱۰-۱۴۱۱، ج۲، ص۱۹۰-۱۹۱، .۴۴۳
57. مثلا رجوع کریں: ج۱، ص۳۲۳، ۳۳۴-.۳۳۵
58. مثلا رجوع کریں: ج۱، ص٦٦، ۱۰۰، .۲۲٦
59. نیز رجوع کریں ج۱، ص۴٦۰، ج۲، ص۲۵۲، ۵۲۳، .۵٦۳
60. ابن‌ادریس حلّی، ۱۴۱۰-۱۴۱۱، ج۱، ص۲۷۳؛ آقا بزرگ طهرانی، ۱۴۰۳، ج۷، ص.۲۱۱
61. آقا بزرگ طهرانی، ۱۴۰۳، ج۲۰، ص .۱۷۵
62. حسینی عاملی، ج ۹، ص ۶۲۶، ۶۳۲؛ نجفی، ج۱۳، ص۷۷-۷۸؛ انصاری، ج۱، ص.۳۳۷
63. افندی اصفہانی، ۱۴۰۱، ج۵، ص.۳۳
64. بحرانی، ص۲۷۹-۲۸۰؛ آقا بزرگ طہرانی، ۱۴۰۳، ج۲۰، ص۳۳۰-.۳۳۱
65. ذہبی، ۱۴۰۱-۱۴۰۹، ج۲۱، ص۳۳۲.

مآخذ

محمد محسن آقا بزرگ طہرانی، الذریعة الی تصانیف الشیعة، چاپ علی نقی منزوی و احمد منزوی، بیروت ۱۴۰۳ق/۱۹۸۳ء.

محمد محسن آقا بزرگ طہرانی، طبقات اعلام الشیعة: الثقات العیون فی سادس القرون، چاپ علی نقی منزوی، بیروت ۱۳۹۲ق/۱۹۷۲ء.

ابن ادریس حلّی، حاشیة ابن ادریس علی‌الصحیفة السجادیة، چاپ حسن موسوی خرسان، قم، ۱۳۸۷ش.

ابن ادریس حلّی، السرائر الحاوی لتحریر الفتاوی، قم، ۱۴۱۰-۱۴۱۱ق.

ابن حجر عسقلانی، لسان‌المیزان، چاپ محمد عبد الرحمان مرعشلی، بیروت ۱۴۱۵-۱۴۱۷ق/ ۱۹۹۵-۱۹۹۶ء.
ابن داوود حلّی، کتاب الرجال، چاپ محمد صادق آل بحر العلوم، نجف ۱۳۹۲ق/۱۹۷۲م، چاپ افست قم (بی تا.).
ابن زهره، غنیةالنزوع الی علمی الاصول و الفروع، چاپ ابراهیم بهادری، قم، ۱۴۱۷ق.
ابن شهر آشوب، متشابه القرآن و مختلفه، تهران ۱۳۲۸ش، چاپ افست قم، ۱۴۱۰ق.
ابن طاووس، کشف المَحَجَّة لثمرةالمُهْجَة، چاپ محمد حسون، قم، ۱۳۷۵ش.
ابن فُوَطی، تلخیص مجمع‌الآداب فی معجم الالقاب، ج ۴، قسم ۳، چاپ مصطفی جواد، (دمشق ۱۹۶۵ء).
عبدالله بن عیسی افندی اصفهانی، تعلیقة امل الآمل، چاپ احمد حسینی، قم ۱۴۱۰؛همو، ریاض العلماء و حیاض الفضلاء، چاپ احمد حسینی، قم، ۱۴۰۱ق.
مرتضی بن محمد امین انصاری، فرائدالاصول، قم، ۱۴۲۷ق.
محمدمهدی بن مرتضی بحر العلوم، رجال السید بحر العلوم، المعروف بالفوائد الرجالیة، چاپ محمد صادق بحر العلوم و حسین بحر العلوم، تهران، ۱۳۶۳ش.
یوسف بن احمد بحرانی، لؤلؤة البحرین، چاپ محمد صادق بحر العلوم، قم (بی‌تا.).
علی همت بناری، زندگی و اندیشه‌ای ابن ادریس، قم ۱۳۸۱ش.
مصطفی بن حسین تفرشی، نقدالرجال، قم ۱۴۱۸ق.
محمد بن حسن حرّ عاملی، امل‌الآمل، چاپ احمد حسینی، بغداد ?(۱۳۸۵)، چاپ افست قم، ۱۳۶۲ش.
احمد حسینی اشکوری، تراجم الرجال، قم، ۱۴۱۴ق.
محمد جواد بن محمد حسینی عاملی، مفتاح الکرامة فی شرح قواعد العلامة، چاپ محمد باقر خالصی، قم، ۱۴۱۹-۱۴۲۳ق.
محمد بن احمد ذهبی، تاریخ‌الاسلام و وفیات المشاهیر و الاعلام، چاپ عمر عبد السلام تدمری، حوادث و وفیات ۵۹۱-۶۰۰ه، بیروت، ۱۴۱۷ق/۱۹۹۶م.
محمد بن احمد ذهبی، سیراعلام النبلاء، چاپ شعیب ارنؤوط و دیگران، بیروت، ۱۴۰۱-۱۴۰۹ق/ ۱۹۸۱ـ ۱۹۸۸ء.
حمد بن مکی شهید اول، الدروس الشرعیة فی فقه الامامیة، قم، ۱۴۱۲-۱۴۱۴ق.
زین‌الدین بن علی شهید ثانی، الرعایة فی علم الدرایة، چاپ عبد الحسین محمد علی بقال، قم، ۱۴۰۸ق.
حسن صدر، تأسیس الشیعة لعلوم الاسلام، (بغداد ۱۳۷۰)، چاپ افست تهران (بی تا.).
محمد باقر صدر، «پیدایش و تطور علم اصول»، حوزه، ش۹، (فروردین ۱۳۶۴).
حسن بن یوسف علامه حلّی، تحریر الاحکام الشرعیة علی مذهب الامامیة، چاپ ابراهیم بهادری، قم ۱۴۲۰-۱۴۲۲ق.
حسن بن یوسف علامه حلّی، مختلف الشیعة فی احکام الشریعة، قم، ۱۴۱۲-۱۴۲۰ق.
علی بن حسین علم الهدی، رسائل الشریف المرتضی، چاپ مهدی رجائی، قم، ۱۴۰۵-۱۴۱۰ق.
علی بن عبدالله علیاری تبریزی، بهجة الآمال فی شرح زبدةالمقال، ج ٦، چاپ جعفر حائری، تهران، ۱۳٦٦ش.
عباس قمی، سفینة البحار و مدینة الحکم و الآثار، چاپ سنگی نجف ۱۳۵۲-۱۳۵۵ق، چاپ افست بیروت (بی‌تا.).
عباس قمی، فوائدالرضویة: زندگانی علمای مذهب شیعه، تهران ?(۱۳۲۷ش).
عباس قمی، هدیة الاحباب فی ذکر المعروف بالکنی و الالقاب و الانساب، تهران، ۱۳۶۳ش.
اعجاز حسین بن محمد قلی کنتوری، کشف‌الحجب و الاستار عن اسماءالکتب و الاسفار، قم، ۱۴۰۹ق.
محمد بن اسماعیل مازندرانی حائری، منتهی‌المقال فی احوال الرجال، قم ۱۴۱٦ق.

عبداللّه مامقانی، تنقیح المقال فی علم الرجال، چاپ سنگی نجف ۱۳۴۹-۱۳۵۲ق.
جعفر بن حسن محقق حلّی، المعتبر فی شرح المختصر، ج۱ و ۲، قم، ۱۳۶۴ش.
خان بابا مشار، مؤلّفین کتب چاپی فارسی و عربی، تهران، ۱۳۴۰-۱۳۴۴ش.
علی بن عبیداللّه منتجب الدین رازی، الفهرست، چاپ جلال الدین محدث ارموی، قم، ۱۳٦٦ش؛
محمد علی مهدوی راد، «تطور فقه شیعه و جایگاه سرائر در آن»، آینه پژوهش، سال۱، ش ۴، (آذر و دی ۱۳٦۹ش).
محمد حسن بن باقر نجفی، جواهرالکلام فی شرح شرائع الاسلام، بیروت، ۱۹۸۱م.
حسین بن محمد تقی نوری، خاتمة مستدرک الوسائل، قم، ۱۴۱۵-۱۴۲۰ق.
علی رضا هدائی، «ابن‌ادریس حلّی و کتاب السرائر»، مقالات و بررسی‌ها، دفتر ۵۹-٦۰، (زمستان ۱۳۷۵ش).